بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن۔

محمد نجیب سنبھلی قاسمی، ریاض

najeebqasmi@yahoo.com

حج بدل یا عمرہ بدل

(دوسرے کی جانب سے حج یا عمرہ کی ادائیگی کے بعض اہم مسائل)

سعودی عرب میں مقیم حضرات کو دوسرے کی جانب سے حج یا عمرہ کرنے کے مسائل سے واقفیت کی اشد ضرورت پڑتی ہے، اس لئے اس موضوع سے متعلق چند احادیث نبویہ اور پھر ان احادیث کی روشنی میں علماء کرام کی آراء تحریر کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسائل سے واقفیت کے ساتھ حج وعمرہ کی ادائیگی کرنے والا بنائے، آمین۔ ثم آمین۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے۔ میرا باپ بوڑھا ہے، سواری پر سوار نہیں ہوسکتا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ کرسکتی ہو۔ (مسلم، کتاب الحج)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک کہتے ہوئے سنا تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: میرا بھائی یا کہا: میرا رشتہ دار۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج ادا کرلیا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اپنا حج ادا کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج ادا کرنا۔ (ابوداود۔ کتاب المناسک، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

۳۔ حضرت ابورزین عقیلیؓ (لقیط بن عامر) سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ میرا باپ بوڑھا ہے، حج کی طاقت نہیں رکھتا ہے، نہ عمرہ کی اور نہ ہی اونٹ پر سوار ہونے کی۔ (ان کے لئے کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ ادا کرو۔ (نسائی۔ کتاب الحج، ترمذی)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن مرنے سے قبل حج نہیں کرسکی، کیا میں ماں کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ ان کی طرف سے حج کرو۔ ہاں، دیکھو اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا نہیں کرتیں؟ پس اللہ کا قرض ادا کرو۔ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ (بخاری، الحج، والنذر وعن المیت)

۵۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور سوال کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے زندگی میں کوئی حج ادا نہیں کیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کرلوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ اپنی ماں کی طرف سے حج ادا کرو۔ (ترمذی)

۶۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (حجِ بدل میں) ایک حج کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں، ایک مرحوم (جسکی طرف سے حجِ بدل ادا کیا جارہا ہے)، دوسرا حج کرنے والا اور تیسرا وہ شخص جو حج کو بھیج رہا ہو (یعنی جو رقم خرچ کررہا ہے)۔ (الترغیب والترھیب)

مذکورہ بالا ودیگر احادیث کی روشنی میں علماء کرام کی آراء:

☆ جس شخص پر حج فرض ہو چکا ہے اور ادا کرنے کا وقت بھی ملا لیکن ادا نہیں کیا تو حج کی ادائیگی اس کے ذمہ ہے۔ زندگی میں حج کی ادائیگی نہ کرنے پر موت سے قبل حج بدل کرانے کی وصیت کرنا واجب ہے، اگر بلا وصیت کرے مر جائے گا تو گنہگار ہوگا۔

☆ اگر کوئی شخص کسی انتقال کر گئے شخص کی جانب سے حج بدل یا عمرہ بدل کرنا چاہے تو یہ بالاتفاق جائز ہے، خواہ انتقال کر گئے شخص نے اپنی زندگی میں حج یا عمرہ ادا کیا ہو یا نہیں، البتہ حج بدل یا عمرہ بدل کرنے والا اپنا حج یا عمرہ ادا کر چکا ہو۔

☆ اگر کوئی شخص کسی ایسے زندہ شخص کی جانب سے حج یا عمرہ کرنا چاہے جو انتہائی بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہے یا دائمی مریض ہے جس کا سفر کرنا مشکل ہے تو یہ بھی بالاتفاق جائز ہے خواہ وہ معذور شخص پہلے حج یا عمرہ ادا کر چکا ہو یا نہیں البتہ حج یا عمرہ بدل کرنے والا اپنا حج یا عمرہ ادا کر چکا ہو۔

☆ اگر کوئی شخص کسی زندہ، صحت مند وتندرست شخص کی جانب سے حج یا عمرہ کرنا چاہے تو اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ زندہ، صحت مند وتندرست شخص کی طرف سے حج یا عمرہ بدل نہ کیا جائے۔

☆ عورت، مرد کی طرف سے اور مرد، عورت کی طرف سے حج یا عمرہ بدل کر سکتا ہے۔

☆ حج بدل کی ادائیگی کا طریقہ وہی ہے جو اپنی طرف سے حج کی ادائیگی کا ہے سوائے نیت کرتے وقت کم از کم یہ ذہن میں رہے کہ کس کی جانب سے حج بدل کیا جا رہا ہے۔ جس کی جانب سے حج کی ادائیگی کی جا رہی ہے احرام کے وقت اُس کی جانب سے زبان سے نیت کرنا بہتر ہے۔

☆ حج بدل میں قربانی اُس شخص کی جانب سے ہوگی جس کی جانب سے حج کی ادائیگی کی جا رہی ہے۔

☆ حج کی تینوں اقسام (تمتع، قران اور افراد) سے حج بدل کیا جا سکتا ہے البتہ بعض اختلافی مسائل سے بچنے کے لئے حج بدل میں حج افراد کرنے میں احتیاط زیادہ ہے، اگرچہ حج تمتع یا حج قران بھی حج بدل میں جائز ہے۔

☆ حج بدل یا عمرہ بدل کی ادائیگی کی اجرت (یعنی اخراجات کے علاوہ) کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ حج بدل کرانے والا حج بدل کرنے والے شخص کو اخراجات کے علاوہ اپنی مرضی سے ہدیۃً کچھ پیش کرے تو اس کا لینا جائز ہے۔

☆ ایک حج یا عمرہ میں ایک ہی شخص کی جانب سے نیت کی جا سکتی ہے، یعنی متعدد اشخاص کی جانب سے ایک حج یا عمرہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

☆ حج بدل (فرض) کی ادائیگی کے لئے چند شرطیں ہیں جو عموماً کتابوں میں مذکور ہیں، لیکن حج بدل (نفل) کے لئے وہ شرائط ضروری نہیں ہیں، مثلاً کوئی شخص اپنے متوفی والد کی جانب سے حج بدل کرنا چاہتا ہے اور والد پر ان کی زندگی میں حج فرض نہیں تھا تو یہ شخص جب چاہے اپنے والد کی جانب سے حج بدل (نفل) کر سکتا ہے خواہ والد نے وصیت کی تھی یا نہیں۔

☆ حج یا عمرہ بدل میں احرام کس میقات سے باندھا جائے؟ حج یا عمرہ بدل کرنے والا اپنی میقات سے احرام باندھے یا پھر جس شخص کی جانب سے حج یا عمرہ ادا کیا جا رہا ہے، اسکی میقات سے احرام باندھے؟ مثلاً کوئی شخص سعودی عرب میں مقیم ہے، اپنے بوڑھے والد جو ہندوستان یا پاکستان میں ہیں ان کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا چاہتا ہے تو کیا حج یا عمرہ بدل کرنے والے کے لئے ہندوستان یا پاکستان میں رہنے والوں کی میقات یعنی یلملم سے احرام باندھنا ضروری ہے یا وہ اپنی میقات سے بھی احرام باندھ سکتا ہے۔ مسئلہ مختلف فیہ ہے، مگر اختلافات اور ایک میقات سے دوسری میقات پر جانے کی مشقت کو سامنے رکھ کر علماء کرام نے اجازت دی ہے کہ حج یا عمرہ بدل کرنے والا اپنی میقات سے بھی احرام باندھ سکتا ہے۔

حج / عمرہ میں حلق یا قصر

حج/عمرہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ والہانہ محبت، اور اس محبت میں سب کچھ بھلا دینے کا اظہار ہوتا ہے۔ سلے ہوئے کپڑے اتار کر ایک کفن نما لباس پہن لیا جاتا ہے۔ اب جسم کی زینت کا ہوش ہے نہ کپڑوں کے حسن کا، زیادہ صفائی کا خیال ہے، نہ بال کاڑھنے کا۔ بس لبیک لبیک کی رٹ ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے گھر پہنچ کر دیوانوں کی طرح کعبہ اور صفا مروہ کے چکر لگانا اور سر کی زینت بالوں کو کٹوانا ہے۔

حلق کے معنی سر کے بال منڈوانا اور قصر کے معنی بالوں کا کٹوانا ہے۔

☆ حج/عمرہ میں حلق یا قصر ضروری ہے، اس کے ترک کرنے پر ایک دم لازم ہوگا، بلکہ حضرت امام شافعیؒ کے نقطہ نظر میں تو حلق یا قصر حج/عمرہ کے ارکان میں سے ہے یعنی اس کے بغیر حج یا عمرہ ادا ہو ہی نہیں سکتا، خواہ کتنے ہی دم دے دیے جائیں۔

☆ پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ مرد حضرات کے لئے سر منڈوانا افضل ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حلق کرانے والوں یعنی بال منڈوانے والوں کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا تین مرتبہ فرمائی ہے اور بال چھوٹے کرانے والوں کے لئے صرف ایک بار دعا فرمائی ہے (بخاری ومسلم)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بال منڈوانے والوں کا ذکر بال کٹوانے والوں سے پہلے کیا ہے: مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ (سورۃ الفتح ۲۷)۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے خود بھی بال ہی منڈوائے (مسلم)۔

☆ عورتوں کے لئے چونکہ سر کے بال منڈوانا ناجائز ہے، لہذا ان کے لئے صرف قصر ہی ہے، یعنی وہ اپنی چوٹی کے آخر سے انگلی کے ایک پورے کے برابر بال کاٹ دیں (ترمذی)۔

☆ سر منڈانے کے لئے ضروری ہے کہ پورے سر کے بال مونڈے جائیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے آدھے یا چوتھائی سر کے بال مونڈنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بخاری ومسلم میں ہے۔

☆ سر منڈوانے کی طرح بالوں کی کٹنگ بھی پورے سر کی ہونی چاہئے، کیونکہ مذکورہ آیت میں قصر کو حلق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جب حلق پورے سر کا ہے تو قصر یعنی بالوں کی کٹنگ بھی پورے سر کی ہی ہونی چاہئے۔ نیز نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام سے کسی بھی وقت چند بال سر کے ایک طرف سے اور چند بال دوسری طرف سے قینچی سے کاٹ کر احرام کھولنا ثابت نہیں ہے۔ صرف امام ابوحنیفہؒ (الشیخ نعمان بن ثابتؒ ۸۰ھ۔۱۵۰ھ) نے وضو کے مسح پر قیاس کرکے کم از کم چوتھائی سر کے بال کٹنے کی شکل میں وجوب کے ادا ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ چند بال سر کے ایک طرف سے اور چند بال دوسری طرف سے قینچی سے کاٹ کر احرام کھول دینا جائز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں دم واجب ہوجائیگا۔ لہذا یا تو سر کے بال منڈوائیں یا مشین پھروائیں یا اسطرح بالوں کو کٹوائیں کہ پورے سر کے بال کچھ نہ کچھ کٹ جائیں۔ قرآن کی آیت مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ کے ظاہر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سر پر کٹنگ کا اثر ضرور ظاہر ہونا چاہئے، چند بالوں کی کٹنگ سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے۔

☆ عورتیں اپنی چوٹی کا سرا پکڑ کر ایک پورے کے برابر بال خود کاٹ لیں یا کسی محرم یا شوہر سے کٹوالیں۔ ☆ سر کے بال حدود حرم کے اندر کسی بھی جگہ کٹوا سکتے ہیں خواہ حج ادا کر رہے ہوں یا عمرہ۔ ☆ بال منڈوانے یا کٹوانے سے پہلے نہ احرام کھولیں اور نہ ہی ناخن وغیرہ کاٹیں، ورنہ دم لازم ہوجائیگا۔ ☆ اگر کسی شخص کے سر پر بال ہی نہیں ہیں تو وہ ایسے ہی سر پر استرا پھروادے، اور پھر احرام اتار دے۔ ☆ بعض حضرات نے عقلی دلائل کی روشنی میں جو لکھا ہے کہ چند بال قصر کے لئے کافی ہیں، ان کا مطلب صرف ایسے شخص کو دم سے بچانا ہے جو ایسی غلطی کر چکا ہو، لیکن ان کا عمل پورے سر کے بال منڈوانے یا کٹوانے کا ہی ہے۔ لہذا جو مرد حضرات اپنے بالوں کی اتنی بھی قربانی نہیں دے سکتے کہ چھوٹے کرالیں، تو اُن سے میری درخواست ہے کہ وہ زندگی میں بار بار حج/عمرہ نہ کریں، مکہ مکرمہ جاکر صرف طواف کرلیں، نماز پڑھ لیں، دعا کرلیں۔

حج / عمرہ سے روک دیا جانا

آج بروز جمعہ (30-10-2009) ریاض، بریدہ اور جدہ سے چند حضرات نے مسئلہ دریافت کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس بدھ اور جمعرات کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے جانے والے تقریباً تمام حضرات کو CheckPost سے SwineFlu کی بیماری کے انتشار ہونے کے خدشہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ جانے سے روک دیا۔ چنانچہ بے شمار حضرات احرام کھول کر عمرہ کی ادائیگی کے بغیر' گھر واپس چلے گئے۔ لہذا آپ حضرات سے درخواست ہے کہ مناسکِ حج کی ادائیگی تک' عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائیں۔

مسئلہ: حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی شخص کو حج یا عمرہ کی ادائیگی سے روک دیا جائے تو احرام باندھنے والے شخص پر ایک دم لازم ہوجائے گا، نیز قضا بھی کرنی ضروری ہوگی، جو زندگی میں کبھی بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ ٦ ہجری میں نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کو عمرہ کی ادائیگی سے روک دیا اور صلح حدیبیہ ہوئی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے ایک ایک قربانی دی اور پھر احرام اتار کر عمرہ کی ادائیگی کئے بغیر مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ آئندہ سال ٧ ہجری میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے عمرہ کی قضا کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (سورہ البقرہ ١٩٦) حج یا عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو۔ یعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لو تو پھر اس کا پورا کرنا ضروری ہے' چاہے نفلی حج وعمرہ ہو۔۔۔ ہاں اگر تم روک دئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو' اسے کر ڈالو۔ اگر راستے میں کوئی رکاوٹ آجائے تو ایک جانور یعنی ایک بکری، اور گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ جو بھی میسر ہو ذبح کرلو۔

مسئلہ: اگر محرم کو بیماری یا دشمن یا کسی دوسری وجہ سے حج یا عمرہ کی عدم ادائیگی کا خوف ہو تو اس کو چاہئے کہ احرام باندھتے وقت یوں کہے کہ اگر مجھے کوئی عذر لاحق ہوا تو میں وہیں حلال ہوجاؤں گا۔ اس شرط کے ساتھ محرم کو اگر کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے۔ اور اس پر کوئی دم واجب نہیں ہوگا۔ (الشیخ عبدالعزیز بن بازؒ)

وضاحت: جن حضرات پر حج یا عمرہ میں کوئی دم واجب ہوجائے تو وہ اس کو اپنے لئے کوئی عقاب یا سزا نہ سمجھیں، بلکہ یہ ایک اللہ کا حکم ہے، اس کو خوشی سے انجام دیں۔ اس کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب ملے گا۔ ان شاءاللہ۔ دم کا فوری طور پر ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا ہے۔

ریاض سے جدہ جاتے ہوئے عمرہ کرنے والوں کے لئے ضروری واہم ہدایات

اگرکوئی شخص ریاض سے جدہ کسی کام سے یا کسی شخص سے ملاقات کے لئے جا رہا ہے، اور ساتھ میں یہ بھی نیت ہے کہ کام یا ملاقات سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے جانا ہے، تو اس شخص کے لئے جدہ سے احرام باندھنا کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ اس شخص کے لئے تین شکلیں ہیں، کسی ایک کو اختیار کرے :

۱۔ ریاض سے جدہ جاتے ہوئے میقات (یعنی طائف۔السیل الکبیر) میں احرام باندھکر نیت کرکے تلبیہ پڑھے۔ جدہ میں کام سے فارغ ہوکر عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ چلا جائے، لیکن اِس شکل میں اس شخص کو جدہ میں احرام ہی کی حالت میں رہنا ہوگا۔ یاد رکھو! احرام باندھنے کے بعد فوراً ہی عمرہ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک چاہو احرام کی حالت میں رہ سکتے ہو مگر احرام کی پابندیاں لازم رہیں گی، مثلاً سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتے، خوشبو استعمال نہیں کرسکتے وغیرہ۔

۲۔ ریاض سے بغیر احرام باندھے جدہ چلا جائے۔ کام سے فراغت کے بعد طائف یعنی میقات جا کر احرام باندھے، اور پھر مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کرے۔ (اِس شخص کے لئے تنعیم یعنی مسجدِ عائشہ سے احرام باندھنا کافی نہیں ہوگا۔اسی طرح شمیسیہ سے بھی احرام باندھنا کافی نہیں ہوگا، شمیسیہ جدہ مکہ شاہراہ پر واقع ایک علاقہ کا نام ہے جہاں سے منطقہ حرم شروع ہوتا ہے۔ اور آجکل وہاں حدودِ حرم کی علامت کے طور پر رحل بنی ہوئی ہے)۔

۳۔ ریاض سے میقات (یعنی طائف۔السیل الکبیر) میں احرام باندھتے ہوئے مکہ مکرمہ چلا جائے، سب سے پہلے عمرہ کی ادائیگی کرے، پھر جدہ جا کر اپنے کام میں مشغول ہوجائے۔

وضاحت: اس موضوع پر میں نے جتنی بھی کتابیں پڑھی ہیں یا جن علماء سے بھی رجوع کیا ہے خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب۔سب کی ایک ہی رائے معلوم ہوئی کہ عمرہ کی نیت کے ساتھ ریاض سے روانہ ہونے والا شخص جدہ سے احرام نہیں باندھ سکتا ہے۔

نوٹ:

۱۔ ریاض سے جدہ جانے والا اگر کوئی شخص جدہ میں کام میں مشغولیت یا کسی اور وجہ سے میقات (السیل الکبیر) سے احرام باندھنے کی دشواری برداشت نہیں کرسکتا ہے، تو برائے مہربانی اِس سفر میں عمرہ نہ کرے۔ لیکن اگر مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہے تو چلا جائے، جتنے چاہے طواف کرے، دعا کرے، نماز پڑھے، البتہ عمرہ نہ کرے۔

۲۔ اگر کسی شخص نے ایسا کرلیا۔ یعنی ریاض سے جدہ روانگی کے وقت' عمرہ کی ادائیگی کا بھی ارادہ تھا، اور پھر جدہ میں کام سے فراغت

کے بعد جدہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمرہ کی ادائیگی سے پہلے میقات یعنی طائف جا کر دوبارہ نیت کر کے تلبیہ پڑھے اور پھر مکہ مکرمہ پہونچ کر عمرہ کی ادائیگی کرے۔ ورنہ (ریاض سے روانگی کے وقت عمرہ کی نیت تھی، پھر جدہ سے احرام باندھکر عمرہ ادا کرلیا تو) اُس پر ایک دم لازم ہوجائے گا، البتہ یہ دم زندگی میں کسی بھی وقت دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص ریاض سے جدہ کسی کام سے جارہا ہے اور عمرہ کی ادائیگی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جدہ میں جاکر اچانک عمرہ کی ادائیگی کا ارادہ بن گیا ، تو ایسی صورت میں اس شخص کے لئے جدہ سے عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے۔

۴۔ اگر ریاض سے کسی کام کے لئے جدہ روانگی کے وقت' عمرہ کی ادائیگی کی نیت تو ہے لیکن سفر کا پروگرام واضح نہ ہونے کی وجہ سے عمرہ کی ادائیگی غیر یقینی ہے، یعنی عمرہ کرے یا نہ کرے۔ تو غالب امکان کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ یعنی ریاض سے روانگی کے وقت اگر زیادہ امکان عمرہ کرنے کا ہے، تو پھر جدہ سے احرام باندھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور اگر بہت کم امکان عمرہ کی ادائیگی کا تھا، مگر جدہ جاکر عمرہ کا مکمل ارادہ ہوگیا، تو پھر جدہ سے احرام باندھنے کی گنجائش ہے۔

۵۔ صرف ارادہ کرنے یا احرام کے کپڑے پہننے سے عمرہ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی، بلکہ نیت کر کے تلبیہ پڑھنے کے بعد عمرہ کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے۔ لہذا اگر کسی شخص کا ریاض سے روانگی کے وقت عمرہ کا ارادہ تھا مگر تلبیہ پڑھنے سے پہلے ہی عمرہ کی ادائیگی کا ارادہ ختم ہوگیا تو کوئی حرج نہیں۔ عمرہ کی ادائیگی اس پر لازم نہیں۔ اور کسی طرح کا کوئی صدقہ یا دم لازم نہیں۔

۶۔ جو حکم ریاض شہر میں رہنے والے کا بیان کیا گیا ہے، وہی حکم میقات کے باہر رہنے والے ہر شخص کے لئے ہے خواہ وہ کسی بھی شہر، اور کسی بھی ملک میں رہ رہا ہو مثلاً دمام، قطر، قاہرہ وغیرہ۔ یعنی میقات کے باہر رہنے والا یہ شخص اگر اپنے علاقے سے عمرہ کی نیت کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہورہا ہے خواہ وہ کسی بھی شہر سے گزرے، تو اس کے لئے پانچ میقاتوں میں سے کسی ایک میقات یا اس کے محاذی احرام باندھنا ضروری ہے۔ ان پانچ میقاتوں کا بیان تفصیل سے آرہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس موقع پر میقات (یعنی وہ مقامات جہاں سے حج یا عمرہ کرنے والے حضرات احرام باندھتے ہیں) کی تھوڑی تفصیل لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ میقات کے اعتبار سے دنیا کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے (مضمون کے آخر میں میقاتو ں کا نقشہ بھی موجود ہے) :

پہلی قسم : آفاق :

☆ اہل مدینہ اور اسکے راستے سے آنے والوں کے لئے ذوالحلیفہ (نیا نام بئرِ علی) میقات ہے۔ مکہ مکرمہ سے اسکی مسافت تقریباً ۴۲۰ کیلومیٹر ہے۔

☆ اہل شام اور اسکے راستے سے آنے والوں کے لئے (مثلاً مصر، لیبیا، الجزائر، مراکش وغیرہ) جحفہ میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے ۱۸۶ کیلومیٹر دور ہے۔

☆ اہلِ نجد اور اسکے راستے سے آنے والوں کے لئے (مثلاً بحرین، قطر، دمام، ریاض وغیرہ) قرن المنازل میقات ہے، اسکو آجکل (السیل الکبیر) کہا جاتا ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے کوئی ۷۸ کیلومیٹر پر واقع ہے۔

☆ اہل یمن اور اسکے راستے سے آنے والوں کے لئے (مثلاً ہندوستان، پاکستان وغیرہ) یَلَمْلَم میقات ہے۔ مکہ مکرمہ سے اسکی دوری ۱۲۰ کیلومیٹر ہے۔

☆ اہل عراق اور اسکے راستے سے آنے والوں کے لئے ذاتِ عرق میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے ۱۰۰ کیلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔

ان مذکورہ پانچ میقاتوں سے باہر کا علاقہ (یعنی تقریباً پوری دنیا) آفاق کہا جاتا ہے۔ اور اس کے رہنے والوں کو آفاقی کہا جاتا ہے۔

پہلی قسم کا حکم: حدودِ میقات سے باہر رہنے والے (یعنی آفاقی) حضرات حج اور عمرہ کا احرام ان پانچ میقاتوں میں سے کسی ایک میقات پر یا اس سے پہلے یا اس کے مقابل باندھیں۔

دوسری قسم: حرم:

مکہ مکرمہ کے چاروں طرف کچھ دور تک کی زمین حرم کہلاتی ہے، جسکی حدود یہ ہیں:

☆ مدینہ طیبہ کی طرف تنعیم (جہاں مسجد عائشہ بنی ہوئی ہے) تک حرم ہے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

☆ جدہ کی طرف مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر شمیسیہ تک حرم ہے۔

☆ طائف کی طرف عرفات تک حرم ہے جو مکہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ (یعنی عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے)۔

☆ یمن کی طرف اضاءۃ لبن تک حرم ہے جو مکہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔

☆ عراق کی طرف سات میل تک حرم ہے۔

☆ جعرانہ کی طرف نو میل تک حرم ہے۔

اس مقدس سرزمین (حرم) میں ہر شخص کے لئے چند چیزیں حرام ہیں چاہے وہاں کا مقیم ہو یا حج وعمرہ کرنے کے لئے آیا ہو۔

۱) یہاں کے خود اُگے ہوئے درخت یا پودے کو کاٹنا۔

۲) گری پڑی چیز کا اٹھانا۔ (البتہ گمشدہ چیز کا اعلان کرنے کے لئے گری پڑی چیز کو اٹھایا جاسکتا ہے)۔

۳) یہاں کے کسی جانور کا شکار کرنا یا اسکو چھیڑنا۔ تکلیف دہ جانور جیسے سانپ، بچھو، گرگٹ، چھپکلی، مکھی، کھٹمل وغیرہ کو حرم میں بھی مارنا جائز ہے۔

وضاحت: غیر مسلموں کا حدود حرم میں داخلہ قطعاً حرام ہے۔

دوسری قسم کا حکم: اہلِ حرم (جو حدودِ حرم کے اندر مثلاً مکہ مکرمہ میں مستقل یا عارضی طور پر قیام پذیر ہیں) حج کا احرام اپنی رہائش سے ہی باندھیں، البتہ عمرہ کیلئے انہیں حرم سے باہر حل میں جا کر احرام باندھنا ہوگا۔

جو شخص میقات سے باہر کا رہنے والا ہے اور میقات پر احرام باندھ کر ایک عمرہ کر چکا ہے، مکہ ہی میں رہ کر دوسرا عمرہ کرنا چاہتا ہے، تو وہ بھی حِل میں کسی جگہ مثلاً تنعیم میں جا کر احرام باندھے، پھر دوسرے عمرہ کی ادائیگی کرے۔

مسجد حرام سے سب سے زیادہ قریب حل میں جگہ تنعیم ہے جہاں مسجد عائشہ بنی ہوئی ہے۔

تیسری قسم: حِل: میقات اور حرم کے درمیان کی سرزمین (مثلاً جدہ) حِل کہلائی جاتی ہے جسمیں خود اُگے ہوئے درخت کو کاٹنا اور جانور کا شکار کرنا حلال ہے۔ نیز غیر مسلموں کا داخلہ بھی حل میں جائز ہے۔

تیسری قسم کا حکم: اہل حل (جنکی رہائش میقات اور حدودِ حرم کے درمیان ہے مثلاً جدہ کے رہنے والے) حج اور عمرہ دونوں کا احرام اپنے گھر سے باندھیں۔

وضاحت: کوئی بھی شخص عمرہ کا احرام حدودِ حرم کے اندر (مثلاً مکہ مکرمہ میں) نہیں باندھ سکتا ہے۔

مسائلِ رَمی جمَرات

(جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعض اہم مسائل)

رَمی: جمرات پر کنکریاں مارنے کو رمی کہتے ہیں۔

جمَرات: یہ منی میں تین مشہور مقام ہیں جہاں اب دیوار کی شکل میں بڑے بڑے ستون بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر نبی اکرم ﷺ کے طریقہ پر حضرات ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں ان تین جگہوں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب ہے جمرہ اولیٰ، اسکے بعد بیچ والے جمرہ کو جمرہ وسطی اور اس کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف آخری جمرہ کو جمرہ عقبہ یا جمرہ کبری کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیطان نے ان تین مقامات پر بہکانے کی کوشش کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تین مقامات پر شیطان کو کنکریاں ماری تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل کو قیامت تک آنے والے حاجیوں کے لئے لازم قرار دیا۔ حجاج کرام بظاہر جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں لیکن درحقیقت شیطان کو اس عمل کے ذریعہ دھتکارہ جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے اَلشَّیْطَانَ تَرْجُمُوْنَ وَمِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ تَتَّبِعُوْنَ (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم واللفظ لہ وقال صحیح علی شرطھما)

رَمی کا حکم: رمی یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا، حج کے واجبات میں سے ہے یعنی اس کے ترک پر دم لازم ہوگا۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو رمی کرنا (یعنی ۴۹ کنکریاں مارنا) ہر حاجی کے لئے ضروری ہے۔ تیرہویں ذی الحجہ کی رمی (یعنی ۲۱ کنکریاں مارنا) اختیاری ہے، اگر ۱۲ ذی الحجہ کے بعد آنے والی رات میں منی میں قیام کیا تو پھر ۱۳ ذی الحجہ کو رمی (یعنی ۲۱ کنکریاں مارنا) ضروری ہوگی، اس طرح ۱۳ ذی الحجہ تک ۷۰ کنکریاں استعمال میں آئیں گی۔

رَمی کی فضیلت: حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا رَمَیْتَ الْجِمَارَ کَانَ لَكَ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ (رواہ البزار. صحیح الترغیب ۱۱۵۷) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جمرات پر کنکریاں ماریں اس کے لئے کل قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَاَمَّا رَمْیُكَ الْجِمَارَ فَلَكَ بِکُلِّ حَصَاةٍ رَمَیْتَھَا تَکْفِیْرُ کَبِیْرَةٍ مِّنَ الْمُوْبِقَاتِ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والبزار وابن حبان فی صحیحہ وکذلك رواہ الطبرانی فی الاوسط) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمرہ پر ہر کنکری مارنے سے ایک بڑے گناہ کی معافی ہوتی ہے۔

کنکریاں چننا: مزدلفہ سے منی روانگی کے وقت بڑے چنے کے برابر کنکریاں چن لیں لیکن کنکریوں کا مزدلفہ ہی سے اٹھانا ضروری نہیں بلکہ منی سے بھی اٹھا سکتے ہیں۔

10 ذی الحجہ: ۱۰ ذی الحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں مارنا ضروری ہے۔

رمی کا وقت: ۱۰ ذی الحجہ کو کنکری مارنے کا مسنون وقت، طلوعِ آفتاب سے زوال تک ہے، البتہ غروبِ آفتاب تک بھی بغیر کسی کراہیت کے کنکریاں ماری جاسکتی ہیں۔ اگر غروب آفتاب تک بھی رمی نہ کرسکے تو صبح تک بھی رمی کی جاسکتی ہیں۔ بعض علماء کرام نے ۱۰ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بجائے صبح صادق سے ہی کنکریاں مارنے کی اجازت دی ہے۔ غرضیکہ ۱۰ ذی الحجہ کو تقریباً ۲۴ گھنٹے رمی کی جاسکتی ہے۔

رمی کا طریقہ: منی پہونچکر سب سے پہلے بڑے اور آخری جمرہ کو سات کنکریاں ماریں، کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے جمرے سے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے ہوں اور سات دفعہ میں داہنے ہاتھ سے سات کنکریاں ماریں، ہر مرتبہ بسم اللہ، اللہ اکبر کہیں۔

دوسرے کی طرف سے رمی کرنے کا طریقہ: دسویں تاریخ کو دوسرے کی طرف سے رمی کرنے (کنکریاں مارنے) کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنی طرف سے اپنی سات کنکریاں ماریں، پھر دوسرے کی طرف سے سات کنکریاں ماریں۔

11 اور 12 ذی الحجہ: ۱۱اور۱۲ ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔

رمی کا وقت: دونوں دن تینوں جمرات کو کنکریاں مارنے کا مسنون وقت زوال آفتاب سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ اگر غروب آفتاب تک رمی نہیں کرسکے تو رات میں بھی صبح سے پہلے تک کنکریاں ماری جاسکتی ہیں۔

رمی کا طریقہ: سب سے پہلے چھوٹے جمرہ (جو مسجد خیف کی طرف ہے) پر سات کنکریاں سات دفعہ میں بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ماریں۔ اسکے بعد تھوڑا آگے بڑھ کر دائیں یا بائیں جانب ہوجائیں اور قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر خوب دعائیں کریں۔ اس کے بعد بیچ والے جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور بائیں یا دائیں جانب ہوکر خوب دعائیں کریں۔ پھر آخر میں تیسرے اور بڑے جمرہ پر ے کنکریاں ماریں اور بغیر دعا کے چلے جائیں۔

﴿﴿﴿نوٹ﴾﴾﴾: گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز نہیں ہے۔ زوال سے پہلے مارنے کی صورت میں دوبارہ زوال کے بعد کنکریاں مارنی ہونگی ورنہ دم لازم ہوگا۔ کسی بھی مکتب فکر نے ۱۱اور۱۲ ذی الحجہ کو زوال سے قبل رمی کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ جب زوال آفتاب سے صبح تک یعنی تقریباً ۱۷ گھنٹے تک رمی کی جاسکتی ہے نیز رات میں جمرات پر کوئی ازدحام بھی نہیں ہوتا ہے تو زوال سے قبل رمی کی گنجائش کی بات کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسرے کی طرف سے کنکریاں مارنا: گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کو دوسرے کی طرف سے کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک جمرہ پر اپنی سات کنکریاں مارنے کے بعد دوسرے کی طرف سے کنکریاں ماریں۔

مکہ مکرمہ کو واپسی: ۱۲ ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعد منی سے جاسکتے ہیں لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے روانہ ہوجائیں۔

﴿وضاحت﴾: اگر بارہویں کو منی سے جانے کا ارادہ ہے تو سورج غروب ہونے سے پہلے منی سے روانہ ہوجائیں۔ غروبِ آفتاب کے بعد تیرہویں کی کنکریاں مارے بغیر جانا مکروہ ہے، گو تیرہویں کی کنکریاں مارنا حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق واجب نہ ہوگی، لیکن اگر تیرہویں کی صبح صادق منی میں ہوگئی تو تیرہویں کی رمی (کنکریاں مارنا) ضروری ہوجائے گی، اب اگر کنکریاں مارے بغیر جائیں گے تو دم لازم ہوگا۔ دیگر علماء کی رائے کے مطابق اگر ۱۲ ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب منی میں ہوگیا تو ۱۳ ذی الحجہ کی کنکریاں مارنا واجب ہوگیا۔ لیکن اگر کوئی شخص ۱۲ ذی الحجہ کو منی سے روانہ ہونے کے لئے بالکل مستعد ہے مگر ازدحام کی وجہ سے تاخیر ہوگئی اور سورج غروب ہوگیا تو وہ بغیر کسی کراہیت کے منی سے جاسکتا ہے، اسکے لئے ۱۳ ذی الحجہ کو کنکریاں مارنا ضروری نہیں ہے۔

13 ذی الحجہ:

اگر آپ ۱۲ ذی الحجہ کو کنکریاں مارنے کے بعد منی سے چلے گئے تو آج کے دن کی رمی ضروری نہیں ہے، لیکن اگر آپ ۱۳ ذی الحجہ کو کنکریاں مار کر ہی واپس ہونا چاہتے ہیں جیسا کہ افضل ہے تو ۱۲ ذی الحجہ کے بعد آنے والی رات کو منی میں قیام کریں اور ۱۳ ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر زوال کے بعد ۱۱اور۱۲ ذی الحجہ کی طرح سات سات کنکریاں ماریں پھر چلے جائیں۔ بعض علماء کرام کی رائے کے مطابق صرف تیرہویں ذی الحجہ کو زوال سے پہلے بھی کنکریاں ماری جاسکتی ہیں، مگر بہتر یہی ہے کہ تیرہویں ذی الحجہ کو بھی زوال کے بعد ہی کنکریاں ماریں۔ تیرہویں ذی الحجہ کو صرف سورج کے غروب ہونے تک کنکریاں مار سکتے ہیں۔

چند وضاحتیں:

☆ تلبیہ جواب تک برابر پڑھ رہے تھے، دسویں ذی الحجہ کو بڑے جمرہ پر پہلی کنکری مارنے کے ساتھ ہی بند کر دیں۔

☆ دسویں ذی الحجہ کو صرف بڑے جمرہ (جو مکہ مکرمہ کی طرف ہے) کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

☆ ایک دفعہ میں ساتوں کنکریاں مارنے پر ایک ہی شمار ہوگی، لہذا چھ کنکریاں اور ماریں ورنہ دم لازم ہوگا۔

☆ کنکری کا جمرہ پر لگنا ضروری نہیں بلکہ حوض میں گر جائے تب بھی کافی ہے کیونکہ اصل حوض میں ہی گرنا ہے۔

☆ کنکریاں چنے کے برابر یا اس سے کچھ بڑی ہونی چاہئیں۔ زیادہ بڑی کنکریاں مارنا مکروہ ہے۔

☆ کنکریاں مارتے وقت اگر مکہ مکرمہ آپ کے بائیں جانب اور منی دائیں جانب ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

☆ کنکریاں مارنے کے وقت کسی بھی طرح کی کوئی پریشانی آئے تو اس پر صبر کریں، لڑائی جھگڑا ہرگز نہ کریں۔

☆ عورتیں اور کمزور لوگ ازدحام کے اوقات میں کنکریاں نہ ماریں بلکہ زوال کے بعد بھیڑ کم ہونے پر یا رات کو کنکریاں ماریں، کیونکہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں، نیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سہولت اور رخصت پر بھی خوش دلی سے عمل کرنا چاہئے۔

☆ رمی کے وقت مخصوص ہیئت یا حالت لازم نہیں ہے، لہذا چلتے ہوئے یا کھڑے ہوئے یا کسی چیز پر بیٹھے ہوئے، طہارت یا بغیر طہارت، استقبال قبلہ اور بغیر استقبال قبلہ ہر طرح سے جائز ہے۔

☆ اگر کنکری کے حوض میں گرنے پر شک پیدا ہو گیا یا کنکریوں کی تعداد میں شک ہو گیا تو بہتر ہے کہ شک والی کنکری کو دوبارہ ماردیں۔

☆ اگر تمام دنوں کی رمی (کنکریاں مارنا) بالکل ترک کردیں یا ایک دن کی ساری یا اکثر کنکریاں ترک کردیں تو دم واجب ہوگا۔ اور اگر ایک دن کی رمی سے تھوڑی کنکریاں مثلاً پہلے دن کی تین اور باقی دن کی دس کنکریاں چھوڑ دیں تو ہر کنکری کے بدلہ میں صدقۂ فطر یا اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگی۔

☆ اگر کنکریاں مارنے میں بے ترتیبی ہوئی یعنی پہلے چھوٹے جمرہ کے بجائے بیچ والے یا آخر والے جمرہ پر کنکریاں ماریں تو کوئی جزا لازم نہیں ہوگی، البتہ یہ خلافِ سنت ہے۔

تنبیہ: آج کل بعض خواتین خود جا کر کنکریاں نہیں مارتیں بلکہ انکے محرم یا شوہر ان کی طرف سے بھی کنکریاں ماردیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ بغیر عذرِ شرعی کے کسی دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں ہے، اس سے دم واجب ہوگا۔ ہاں وہ لوگ جو جمرات تک پیدل چل کر جانے کی طاقت نہیں رکھتے یا بہت مریض یا کمزور ہیں تو ایسے لوگوں کی جانب سے کنکریاں ماری جاسکتی ہیں۔

عمرہ میں طواف وداع ضروری نہیں ہے

جمہور علماء کی رائے ہے کہ عمرہ کی ادائیگی کرنے والوں پر اپنے شہر یا وطن واپسی کے وقت طواف وداع واجب نہیں ہے۔ ہندوستان وپاکستان کے بیشتر علماء (جو مختلف فیہ مسائل میں قرآن وسنت کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو راجح قرار دیتے ہیں) کی بھی یہی رائے ہے۔سعودی عرب کے سابق مفتی شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے بھی معتمرین کے لئے طواف وداع کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو انٹرنیٹ کے اس لنک پر پڑھا جاسکتا ہے۔

http://www.binbaz.org.sa/mat/19147

شیخ ناصرالدین البانیؒ کی بھی یہی قول ہے کہ عمرہ میں طواف وداع نہیں ہے جو انٹرنیٹ کے اس لنک پر سنا و پڑھا جاسکتا ہے۔

http://islamancient.com/play.php?catsmktba=48352

http://www.kulalsalafiyeen.com/vb/showthread.php?t=39793

عمرہ کی ادائیگی کی صورت میں طواف وداع کے واجب نہ ہونے کے عموماً مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

۱) کسی بھی ایک صحیح حدیث میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد طواف وداع کے واجب ہونے کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

۲) نبی اکرم ﷺ نے متعدد عمرہ کئے، مگر کسی ایک عمرہ کی ادائیگی کے بعد بھی طواف وداع نہیں کیا۔

۳) عمرہ میں طواف وداع کے وجوب کے متعلق کسی صحابی کا کوئی قول کتب احادیث میں موجود نہیں ہے۔

۴) حضرت عائشہؓ نے حجۃ الوداع کے سفر میں حج کی ادائیگی کے بعد عمرہ کی ادائیگی کی تھی مگر کسی بھی حدیث میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد حضرت عائشہؓ کا طواف وداع کرنا ثابت نہیں ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کا فرمان (لَا يَنْفِرُ اَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ آخِرَ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ کوئی شخص طواف کے بغیر مکہ مکرمہ سے روانہ نہ ہو) عمرہ کی ادائیگی میں طواف وداع کے واجب ہونے کے لئے دلیل نہیں بن سکتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان (کوئی بھی حاجی طواف وداع کے بغیر مکہ مکرمہ سے روانہ نہ ہو، ہاں حائضہ عورت بغیر طواف وداع کے اپنے گھر جاسکتی ہے) حجۃ الوداع کے موقع پر حجاج کرام سے تھا، جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس حدیث کی تشریح مروی ہے کہ اس میں خطاب حجاج کرام سے ہے۔شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے اپنے مذکورہ فتویٰ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول تحریر کیا ہے۔نیز بعض احادیث میں نبی اکرم ﷺ کا مذکورہ فرمان ان الفاظ کے ساتھ وارد ہوا ہے (مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلْيَكُنْ آخِرَ عَهْدِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ یعنی جن حضرات نے بیت اللہ کا حج کیا ہے وہ اپنا آخری عمل طواف کو بنائیں) جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم حج ادا کرنے والوں کے لئے ہے۔

رہی صحیح مسلم کی حدیث (اِصْنَعْ فِيْ عُمْرِكَ مَا كُنْتَ صَانِعاً فِيْ حَجَّتِكَ یعنی عمرہ میں وہ کرو جو حج میں کیا ہے) تو یہ حدیث عمرہ میں

طواف وداع کے واجب ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس حدیث میں عمرہ میں طواف وداع کے واجب ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور اگر اس حدیث کو عموم پر لیا جائے تو پھر عمرہ میں بھی منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں جانا ضروری ہوجائے گا جس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ نیز طواف وداع کے واجب قرار دینے میں عمرہ کو حج پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ عمرہ کے اعمال گھنٹوں میں جبکہ حج کے اعمال دنوں میں مکمل ہوتے ہیں۔

بعض حضرات نے ترمذی میں وارد حدیث (مَنْ حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ فَلْیَکُنْ آخِرَ عهدِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ) کو عمرہ میں طواف وداع کے وجوب کی دلیل بنائی ہے حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے خود امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد حدیث غریب کہا ہے۔ شیخ ناصر الدین البانیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اس لفظ کے ساتھ منکر ہے یعنی اَوِ اعْتَمَرَ کا لفظ اس حدیث میں صحیح نہیں ہے۔ بڑا تعجب ہوتا ہے کہ فضائل کے باب میں ضعیف حدیث کو قابل تسلیم نہ سمجھنے والے حضرات موضوع بحث مسئلہ میں ضعیف حدیث سے وجوب کا حکم ثابت کررہے ہیں۔

وضاحت: اگر کوئی شخص عمرہ کی ادائیگی کے بعد جلدی ہی مکہ مکرمہ سے روانہ ہورہا ہے جیسا کہ سعودی عرب کے باشندے وقیام پزیر حضرات عموماً محدود پروگرام کے تحت عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں تو ان حضرات کے لئے امت مسلمہ طواف وداع کے واجب نہ ہونے پر متفق ہے۔ اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص عمرہ کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے جیسا کہ عموماً سعودی عرب کے باہر سے آنے والے معتمرین۔ ان حضرات کے لئے بھی مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں جمہور علماء کی رائے ہے کہ طواف وداع واجب اور ضروری نہیں ہے۔ غرضیکہ عمرہ میں طواف وداع نہیں ہے۔

محمد نجیب سنبھلی قاسمی (najeebqasmi@yahoo.com)